

سوال: میر حسن سحر البیان میں معاشرت کی عکاسی کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟

جواب: سحر البیان اردو کی ان زندہ جاوید مثنویوں میں سے ہے جو ہر زمانہ میں عوام اور خواص دونوں میں یکساں طور پر مقبول رہی ہے۔ اس مثنوی کو زندہ و جاوید بنانے میں جہاں اور بہت سی خصوصیات مدد لے رہی ہیں وہاں اس کی نمایاں تر خصوصیت تہذیب و معاشرت کی عکاسی ہے۔

مثنوی میں چونکہ جزئیات نگاری کی بہت گنجائش ہوا کرتی ہے اس لئے مثنوی نگار کا مشاہدہ بہت گہرا اور تیز تر ہونا چاہئے کیونکہ جب کوئی داستان بیان کرے گا تو وہ لازمی طور پر کسی معاشرت، عہد، تہذیب اور کسی ثقافتی دور سے مربوط ہوگی۔ مثنوی نگار جب تک متعلقہ تمام کوائف سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہوگا تو نہ تو معاشرے کی صحیح تصویر پیش کر سکے گا اور نہ ایسے کردار تخلیق کر سکے گا جو اس معاشرے کے چوکھٹے میں جڑے ہوئے چلتے پھرتے اور بولتے نظر آئیں۔

اس کے ساتھ ساتھ مثنوی نگار کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تلمیحات، استعارات اور تشبیہات پر مکمل عبور رکھتا ہو تاکہ وہ معاشرت کی تصویر کشی میں ابلاغ کے پورے ذرائع بروئے کار لاسکے۔

میر حسن نے معاشرے کی جس طرح تصویر کشی کی وہ نواباں اودھ اور لکھنؤ سے متعلق ہے۔

میر حسن نے سحر البیان آصف الدولہ کے دور میں لکھی تھی۔ چنانچہ اس میں ہر مقام پر دربار کا رنگ، نکات شامی کی تصویر، قلعے، رونق و رنگ نظر آتی ہے۔ جوان درباروں میں رہا کرتی تھی۔

چونکہ اس وقت رعایا خوشحال تھی اس لئے معاشرے میں ہر وہ روئے موجود ہے جو اس قسم کے بیٹی پسندانہ اور فارغ البالی معاشرے میں جنم لے سکتی ہے۔ چنانچہ وہاں اکثر اوقات تقاریب اور میلے لیے منعقد ہوتے رہتے تھے۔ وڈیرے، طوائفیں اس کے علاوہ شوخ و خنک اور چست و چالاک ناپنے والیاں ہر وقت درباروں میں موجود رہتی تھیں۔ لوگ موسیقی کے رسیا اور خمریوں کے بولوں کے شیدائی تھے۔ اس کے علاوہ حکمران بھی اس قسم کے مشاغل کے شائق تھے۔ نجوم کے قائل، داستان طرازق اور داستان گوئی کی طرف مائل تھے۔ عالی شان عمارتیں بنوانے اور خوبصورت باغ لگوانے کا بہت شوق تھا۔

اس کے علاوہ شہزادیاں نام و نعم سے بھٹی ہوئیں۔ ان کے ساتھ محلات کی کنیریں اور خواصیں جن کے نام سن کر بقول عابد علی عابد

”آکھوں میں نور آئے اور دل میں سرور آئے۔“

اس معاشرے کا جزو لا ینفک تھیں۔

بقول ڈاکٹر سید محمد طفیل ”اردو مثنوی کا ارتقاء

تہذیب کا یہ تلکافاتی ڈھانچہ جسے نواباں اودھ نے کھڑا کیا تھا لکھنؤ کے ماحول اور

ادب کا چھایا ہوا تھا۔
 یہی وہ معاشرہ تھا جس کی تصویر میر حسن نے بھیٹی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کو کچھ
 ہوئے میر حسن کو بہت شوخ رنگ یا زیادہ شطوط استعمال نہیں کرنے پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات
 پر میر حسن نے صرف ایک ہی شعر کہہ کر کسی معاشرتی پہلو کی لطیفی کیفیت، تمدنی خصوصیت کی تصویر کشی
 دی ہے۔ مثلاً ان دو شعروں میں بچنے گانے والیوں کا ذکر اس انداز میں کیا کہ دونوں شعر ضرب المثل
 بن گئے۔

دکھانا بھی اپنی چھب مسکرا کر
 بھی اپنی انگلیاں کر لینا چھپا
 ”بچے کو کرنا بھی منہ کی اوٹ
 کہ پردے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ

بقول سید احتشام حسین: سحر البیان پر ایک نظر
 ”یہ قصہ اس اونچی سطح کے لوگوں کا ذکر ہمارے سامنے لاتا ہے جس میں کوئی کسی
 درباری شاعر کو نظر ہی نہ آ سکتا تھا۔ اس لئے سحر البیان میں صرف اس ماحول کا پتہ
 چلتا ہے جو دربار یا دربار کے گرد و پیش میں پایا جاتا تھا۔“
 مثنوی سحر البیان میں درباری زندگی کے ہر پہلو کی بھرپور اور جاندار عکاسی کی گئی ہے۔
 بقول عبدالسلام: شیر الہند

”اس میں تاج رنگ کے چلنے گانے بجانے کے ٹھانڈے شاہانہ محفلوں کی آرائش
 بانوں اور ہر قسم کے محافل کے سنے دکانوں کی آرائش، شاہانہ لباس اور جواہرات کا
 بیان بالکل ہندوستانی طرز کے موافق کیا۔“

معاشرتی رسوم و رواج

جہاں تک مثنوی کی صورت اور ترتیب کا تعلق ہے سحر البیان میں فارسی مثنویوں کا نمونہ
 ہے۔ فارسی مثنویوں کی طرح ہر سطر بیان کا عنوان ہے۔ افراد قصہ کے نام بھی ایوانی ہیں جس کا
 انداز زندگی و طرز معاشرت آداب اور کردار و گفتار مقامی اطوار و عادات اور مقامی ماحول سے
 رکھتے ہیں۔ ہندوستان اور خاص طور پر ہندوستان کی درباری زندگی کی رسومات کا جائزہ لینا یہ تو
 سحر البیان معاشرت و تمدن کی پوری آئینہ داری کرتی ہے۔ بادشاہ بیٹے کی امید کی مٹی میں مانتا ہے
 قال نکالتے ہیں اور انعام پاتے ہیں۔ بیٹے کی پیدائش پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ خواجوں اور خاص
 جوڑے دیئے جاتے ہیں۔ بیویوں کو جاگیریں دی جاتی ہیں۔

بقول خان رشید: اردو کی عین مثنویاں

میر حسن چھٹی برس کا تھو دودھ بڑھاتا "بسم اللہ کی رسم کو نظر انداز نہیں کرتے۔"

شادی کا نقشہ

اس طرح بے نظیر کی شادی کے موقع پر میر حسن نے ہندوستانی شادی کی ایک ایک رسم کو بیان کیا ہے۔ بے نظیر کی برات شادی براتوں کی طرح بڑی شان و شوکت سے نکلتی ہے۔ آتش بازی کی روشنی باجوں کا شور برات کا استقبال نکاح کی رسم آری مصحف بھی کچھ بیان کیا ہے۔ ان رسومات سے اس معاشرے کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔

رکھا مصحف اور آری کو نکال
دھرا ہے میں سر پہ آنچل کو ڈال
وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم
وہ آپس ہیں دولہا دلہن کی رسوم
پھر اسی منظر میں زربست کی کرتیاں پہنے۔ تیزی اور اہتمام کے ساتھ اپنے کام میں مصروف نظر آتے ہیں۔

ہزاروں ہی اطراف پانگی
جھلا پور کی جھلکی تانگی
کہاروں کی زر بخت کی کرتیاں
وہ ان کے دبے پاؤں کی پھرتیاں
بے نظیر اور بدر منیر کے میاہ کا محل بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ کہیں عمارت کے تخت کہیں پان
بیچے والے بارات کے ساتھ قماشائیوں کی وہ کثرت کہ محل دھرنے کو جگہ نہیں اور
بقول امداد امام اثر۔ کاشف الحقائق:

"یہ بیان ایسا ہے کہ جس میں حس بھر بھی مبالغہ یا جھوٹ کا لگاؤ نہیں ہے۔"
مکانات کی کئیوں اور خواصوں کی تصویر کشی اس تہذیب میں مکانات کی زندگی میں کئیوں اور
خاص خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ میر حسن نے ان کی بڑی خوبصورتی سے تصویر کشی کی ہے۔ بظاہر
لوگنوں کے نام گھنٹے ہیں لیکن ان ناموں کے ساتھ ان کی خدمت اور امتیازات کے علاوہ ان کے
آگاہوں کی زندگی اور رجحانات پر بھی خاص روشنی پڑتی ہے۔ ان کا نقشہ میر حسن نے یوں کھینچا ہے:

کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں
اُدھر اور اور آتی جاتیاں
پھریں اپنے جوں کو دکھلاتیاں

یہ خاص ہیں۔ کئیوں اور لوطیاں وغیرہ سب کی سب ہندوستانی ہیں اور مقامی رہن مکن کی
 بھگ چلی کرتی ہیں۔ ان کی پرشاک آداب و اوصاف مظاہر محلات کے اس معاشرت کی یاد دلاتے ہیں
 جن میں وہ ان اور ہندی رنگ مل کر ایک ہو گئے تھے۔ میر حسن کے بحر آفرین قلم نے ان موقعوں
 کے تعریف الکی چابک دتی ہے نمایاں کے ہیں کہ ان کی رنگینی اور دلکشی ہمیشہ کیلئے قائم ہو کے رہی
 ہے۔

بقول سید احتشام حسین۔ بحر الوبان ہے ایک نظر
 "لوٹا ہوں کی زیادتی اس شانہ تمدن کا پتہ دیتی ہے جس میں کام کم اور کام کرنے
 والے زیادہ ہوں۔ جس میں فراغت اور فرصت ہو۔"

ہندوستانی موسیقی اور طوائفوں کا ذکر

ہندوستانی موسیقی کی چالوں اور ارباب فناء کا ذکر جس میں بے نظیر کے پیدا ہونے میں بلی
 کے غمرا کرنے اور شادی کی محفل آراستہ ہونے کے موقعوں پر آیا ہے۔ ان موقعوں پر میر حسن نے
 ہندوستانی طوائفوں کا قصہ افسانہ کی طرح تصویر کشی کی ہے وہ بے شکل ہے۔

خوشی کی زمین ہر طرف تھی بساط
 گلے ناچے اس بے اہل نشاط

کھڑی کے جوتے چمکتے ہوئے
 وہ پاؤں میں گھٹکروں تھمکتے ہوئے

شعوی میں جن سازوں کا ذکر آیا ہے ان کے استعمال میں الکی ترسیب اور حسن ہے کہ بقول
 خان رشید۔ اردو کی تین شعویاں

"چلتے چلتے حرف اظہار اور مصرعوں کی صوتی خصوصیات کی وجہ سے کانوں
 میں ساز کی لے اور آواز محسوس ہونے لگتی ہے۔ جیسے سازندے اپنے سازوں کو ہلا
 رہے ہوں۔"

محلات کی سجاوٹ اور شہزادوں کے لباس کا بیان

اہل لکھنؤ نے ہر چیز میں اپنی نفاست طبع سے ایک خاص لوک پک پیدا کی تھی۔ محلات کی
 سجاوٹ ساز و سامان اور آرائش کا ذکر ہمیں شعوی میں بار بار دکھائی دیتا ہے اور اس میں کج و جگ کو بیان
 کرتے وقت میر حسن لکھنوی روایت کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہیں۔

مشرق چمکی منہ ایک جھمکی

کہ تھی چاندنی جس کے قدموں گئی

شہزادوں کے لباس اور زیورات کی تصویر کشی بھی میر حسن نے خوب کی ہے۔ وہ میر

لباس اور پہناؤ اقل۔ معنی کی شہزادیوں کا ہے۔ ہندوستان کی آب و ہوا کے پیش نظر یہ لباس عربی و ایرانی لباس کے مقابلے میں نازک تر اور ہلکا پھلکا ہے۔ آب رواں کی پوشاؤ جالی کی حباب سی اور صنی اور جواہر نگار باریک کرتی زیوروں میں بازوؤں کے ڈھکے ہوئے نورتن کانوں میں کرن پھول اور نیچے موٹی دھڑے یہ سب سنگار ہندی عورت کی تصویر پیش کرتا ہے۔

وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب
کہے نو بڑی پرگنتان میں شب
جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار
ترشت ملے ہاتھ بے اختیار

محلّات کے باغ کی رنگارنگی

میر حسن نے ہندوستانی محلّات کی شان و شوکت کا ذکر کرتے ہوئے ان باغات کی تصویر کشی بھی کی ہے۔ جو ان محلّات میں واقع تھے۔ خاص طور پر بے نظیر اور بدر منیر کے باغات کی مرصع نگاری لکھی واضح جاندار اور دلکش ہے کہ ہم اس کو پڑھتے ہوئے واقعی کسی خوبصورت باغ میں سیر کرتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

بے نظیر کے باغ میں ایرانی پھل و پھول ایک ساتھ بہار دکھاتے ہیں۔ میر حسن نے باغ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے پھول، پھل، درخت، خوشبو، روشنی، ہوا کا حسین امتزاج تیار کر دیا ہے۔ جس میں پڑھنے والا کھو کر رہ جاتا ہے۔

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار
ہر اک گل سفیدی سے مابتاب وار

غرضیکہ باغ کا ذکر نہایت دلکش ہے۔ سحر البیان میں لکھنوی معاشرت کی مکمل عکاسی ملتی ہے اور ہم خود کو ان کے درمیان پاتے ہیں۔

بقول حالی..... مقدمہ شعر و شاعری:

”جو کچھ اس مثنوی میں بیان کیا ہے آنکھوں کے سامنے تصویر کھینچ دی ہے۔“